ISSN NO. 1818-9296

سعدیہ لاڑک*

# سقوطِ اندلس کی المیہ کہانی: ناول "اندھیری رات کے مسافر"

# THE TRAGIC TALE OF THE FALL OF ANDALUSIA: A STUDY OF THE NOVEL *"ANDHERI RAAT KE MUSAFIR"*

**Abstract:** *Naseem Hijazi has got won specific place in historical novel. Particularly he expresses the view of rising and declining history of Muslim nation in novel. The novel "اندھیری رات کے مسافر" is also reflected the same thing of his period when Muslim of Haspania was talking his lost breathings, classical system and ignorance are the are the main reasons for the down fall of the Muslim nation due to which they comes down up to the last point of decline. In the end in historical reparation take place which is to be called the tranny of Muslim nation. We learnt a lesson lay this novel if any nation creates the deceitful persons then, disgrace and dishonor is becomes his fate and destiny. This novel is presenting the true picture of Gharnata social intimacy and environment where only the tears of hardship and trouble are produce. Infect this is the story of great human being who made constant efforts in life in spite of difficulties and provide the proof of his greatness.*

**Keywords:**

تلخیص: نسیم حجازی تاریخی کرداروں کی نشاۃ الثانیہ کے علمبردار ایسے لکھاری جنھوں نے مسلمانوں کی عروج و زوال کو یوں تحریر کیا کہ جن کی مثال اردو ادب میں خال خال موجود ہے۔ "اندھیری رات کے مسافر" ان کی تخلیق کا ایک ایسا ہی انمول فن پارہ ہے جس میں ہسپانیہ کا عروج مسلمان آخری سانس لیتا نظر آتا ہے۔ نسیم حجازی نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب بھی اپنی تاریخی روایات سے دوری، صفوں میں شیر ازہ بندی اور ماضی سے لاتعلق کو تباہی و زوال کے اہم عناصر قرار دیتے ہیں۔ نسیم حجازی کے اس معرکتہ الآراء ناول میں ہم تاریخ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں کہ جو قوم دھوکے باز غدار پیدا کرتی ہے۔ وہ کسی طور اپنی عظمتِ رفتہ پر قائم نہیں رہتی۔ یہ ناول غرناطہ کا وہ ماحول بیان کرتا ہے، جس نے فقط دکھ، درد اور آنسوں بکھیرے۔ حقیقت میں یہ عظمت کی وہ کہانی ہے کہ انسان مستقل کوشش، مشکلات سے نمبرد آزما رہنے کے بعد کسی طرح اپنی عظمت بر قرار رکھتا ہے۔

**کلیدی الفاظ:** سقوطِ بغداد، سقوطِ اندلس، معاشرہ، صدیاں، کفارہ، نشیب و فراز، زوال۔

نسیم حجازی نے ناول "اندھیری رات کے مسافر" میں ایسی کہانی کو بیان کیا ہے، جن کے اثرات سے ہم آج تک نکل نہیں پائے۔ تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان جب تک ایک رسی میں بندھے رہے، اُن کو دنیا کی کوئی طاقت ہرا نہیں سکی۔ دنیا نے انہیں ٹھوکروں میں رکھا جب انہوں نے خود کو تنکوں میں بکھیر دیا۔ سقوط کا وہ سلسلہ جو بغداد سے چلا تھا، وہ غرناطہ سے ہوتا ہوا دہلی پھر ڈھاکہ تک جا پہنچا۔

* ٹیچنگ اسسٹنٹ، شعبہ اُردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ نہ پہلے اِس سے کسی نے سبق حاصل کیا، اور نہ ہی آج کسی نے اس کو ضوروی سمجھا۔ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ کوئی معاشرہ کبھی الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ ایسا معاشرہ جو خود کو الگ کرئے وہ آہستہ آہستہ فنا ہو جاتا ہے۔ تاریخِ ہسپانیہ بھی کچھ ایسی ہی رہی ہے۔ جب ذہن کشادہ تھے، علم کا بول بالا تھا، ہر طرف خوش حالی تھی، دل وسیع تھے، تو دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے، جب علم سے ہٹ گئے، فرقہ واریت نے جنم لینا شروع کیا، تو مسلمانوں نے اپنے لیے ملک بدری، تبدیلِ مذہب، موت جیسے عناصر نے انہیں چاروں جانب سے گھیر لیا۔ بعض اوقات چند افراد کے فیصلے پوری قوم کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث بن جاتے ہیں۔ جن کی قیمت آنے والی نسلیں صدیوں تک ادا کرتیں ہیں۔

محمد احمد زبیری لکھتے ہیں:

> ”اموی خاندان کی حکومت پر گرفت کمزور پڑتے ہی ابنِ ابی عامر کے ہاتھ اقتدار آیا اور اندلس کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد اندلس کے اندر امن و امان اور حکومت کے استحکام والی سابقہ کیفیت باقی نہ رہی۔ طواف الملوک نے اندلس کے ہر بڑے شہر کا اپنا پایہ تخت قرار دیا اور ایک ملک کے چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح کئی حکومتیں اور تخت وجود میں آگئے، باہمی لڑائی جھگڑے اور جنگ وجدل نے مسلمانوں کی قوت کو پراگندہ کر دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان اپنی لڑائیوں میں عیسائیوں سے مدد لینے لگے۔ یوں مسلمانوں کے باہمی اختراق اور انتشار نے ان کے آٹھ سو سالوں پر محیط اقتدار کی بساط لپیٹ دی۔“(۱)

جب سقوطِ ڈھاکہ وقوع پذیر ہو رہا تھا، نسیم حجازی نے یہ ناول اُسی تناظر میں لکھا۔ ناول کی ابتداءاُس دور سے ہوتی ہے، جب غرناطہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا، مسلمانوں کی ذہنی پسماندگی اُن کے کردار پر اثر انداز ہو رہی تھی، حالت یہ ہو گئی تھی کہ یہ اپنی ایک خوبصورت اور روشن دنیا کو برباد اور تاریک بنانے پر تُلے ہوئے تھے۔

آغاز افتخار حسین لکھتے ہیں:

> ”نہ کوئی شے خود بے کمال کا درجہ حاصل کر سکتی ہے اور نہ خود نہ خود زوال پذیر ہو جاتی ہے، مظاہرِ فطرت میں عروج وزوال کے بھی اسباب ہوتے ہیں اور شکست وزوال کے بھی۔ قومیں نہ خود بہ خود ترقی کرنے لگ جاتی ہیں، نہ خود بہ خود مائل بہ تنزل ہو جاتی ہیں۔ تاریخ کے عمیق مطالعے اور تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوموں کے عروج وزوال کے اسباب ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے کہ: قومیں اپنے عروج وزوال [تغیر] کی خود ذمہ دار

ہیں۔ میرا نتیجہ فکر بھی یہی ہے کہ عمومی طور پر قوموں کے عروج و زوال کا انحصار اُن کی فکر کے صحیح یا غلط ہونے پر ہیں۔"(۲)

ابو عبد اللہ ایک ایسا حکمران جو یہ ثابت کرتا ہے کہ جب زمینی حقیقتوں سے منہ موڑ لیے جاتے ہیں، اور اپنے عمل سے یہ بات ثابت کر دیا جاتا ہے کہ جب ذہن منفی رجحانات کی آماجگاہ بن جائے تو اقدار کی تباہی کے ساتھ ساتھ پورے سماج، بد عنوانی، معاشی و معاشرتی عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے۔ نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے جب قلعے کی چابیاں عیسائی بادشاہ کے حوالے کر دیتا ہے تو دراصل وہ اُن لاکھوں مسلمانوں کی زندگی اور عزتوں کو اُس کے حوالے کرتا ہے۔ روشنی سے ہوتا ہوا سفر ایک ایسے اندھیرے پر ختم ہوتا ہے، کہ جس کے آگے کوئی کسی کا مستقبل نہیں۔ غداری و ملت فروشی کی ایک ایسی داستان جو آج بھی مسلمانوں کی تاریخوں میں دہرائی جاتی رہتی ہے۔ ناول "اندھیری رات کے مسافر" کے کردار اُس معاشرے کی تصویر کشی کرتے ہیں، جب نفسیاتی کشمکش اور بے چینی نے پورے معاشرے کو گھیرے ہوئے تھا، جب انسان اُن خیالوں اور اُمیدوں میں کھویا ہوا، جہاں اُسے جائے پناہ نظر آتی تھی۔ یہ ایک ایسا نفسیاتی عمل ہے، جو کسی بھی معاشرے کی پست ترین صورتِ حال کو پیش کرتی ہے۔ خارجی و داخلی کیفیات میں مبتلا ایسی قوم تباہی کے اُس راستے پر چل پڑتی ہے، جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کی زندگی سسکیوں اور آہوں میں ڈھل گئی۔ اِس زوال پذیر سماج میں کچھ مسلمان خواتین نے اہم کردار ادا کیا۔ غرناطہ کی مسلم عورتوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ تنزل ہوتے ہوئے معاشرے کو ہر ممکن طریقے سے روکا جائے۔ اِس ناول میں "عاتکہ" کا ایک ایسا ہی کردار ہے، جس نے وطن پرستی کا حق ادا کر دیا۔

"ہسپانوی معاشرے میں۔۔۔ خواتین کا کردار اہم ہے۔ تمام شعبوں میں خواتین مردوں کے ساتھ برابر کی شریک تھیں۔ معاشرتی و ثقافتی سرگرمیوں کو ضروری خیال کیا جاتا یہاں تک کہ معاش کے سلسلے میں نہ صرف خود کفیل تھیں بلکہ وہ کسی کی دست نگر بھی نہ تھیں۔۔۔ جائیداد کی مالک تھیں، جائیداد اپنی مرضی سے تصرف کر سکتیں تھیں۔"(۳)

اِس ناول میں عاتکہ کا کردار ایک حساس اور باشعور انسان کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ کردار ارتقاء پر زور دیتا ہے۔ جب غرناطہ کی عوام کرب و اضطراب میں مبتلا تھی اور خود کو بے بسی کی حالت میں محسوس کر رہی تھی تو عاتکہ کا کردار یہ ثابت کرتا ہے کہ عملی زندگی حوصلوں اور آرزوؤں کی تکمیل چاہتی ہے۔ اس ناول میں کہانی کو تیزی سے آگے بڑھایا گیا ہے اُن چھوٹے چھوٹے اجزاء کو بھی مدِ نظر رکھا گیا، جو ایک تبدیل ہوتے ہوئے معاشرے میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کسی بھی قوم کا انتشار اعتماد اور یک جہتی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ ناول اِس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ قدامت پرستی جب معاشرے میں سرایت کر جائے تو قوم کے رویے اور احساسات تبدیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں یوں ذہنی انتشار جنم لیتا ہے، کرب اور اذیت میں مبتلا قوم فنا کی جانب گامزن ہو جاتی ہے، شعور ناپید ہو جاتا ہے۔

"اُندلس میں تو اب علوم و فنون کا نام نشان ہی نہیں رہا۔ گویا عروج و اقبال کے ساتھ اس کا بھی زمانہ ختم ہو گیا۔ عربیت و ادب کچھ باقی ہے، جس کی درس گاہیں مقرر ہیں۔ اور سند تعلیم باقی ہونے کی وجہ سے ابھی تک ادب و تربیت کو زوال نہیں۔ فقہ و عقلیت کا جاننے والا ڈھونڈنے سے بھی کوئی نہیں ملتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی آبادی گھٹنے اور عیسائیوں کے غالب آنے کے بعد سے ان علوم کی درس و تدریس جاتی رہی۔ مسلمان بدحال ہو گئے تو یہ علوم ہی کیوں کہ برقرار رہتے۔"(۴)

اِس ناول کا دسواں باب جو "پیغام" کے نام سے ہے، دراصل خود اپنے اندر ایک ایسا پیغام رکھتا ہے، کہ اگر آج بھی مسلمان اِس پر عمل کریں تو دنیا اُن کے آگے سر کو جھکا کر کھڑی ہو۔ جس طرح کسی شخص کی زندگی میں معاشرے کے اثرات دخل اندازی کرتے ہیں اِسی طرح کوئی قوم بھی مثبت یا منفی اثرات قبول کرتی ہے عروج و زوال کے اِس سفر میں اگر منفی رجحانات حاوی ہو جائیں تو زوال یقینی ہو جاتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"موجودہ دنیا میں ہر چیز ممکن ہے بھی اور نہیں بھی۔ کسی چیز کو اگر اس کے فطری طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اِن کے لئے ضروری اسباب فراہم کر دیے جائیں تو اس کا حصول اس طرح ممکن ہو جاتا ہے، جیسے رات پورے ہونے کے بعد سورج کا نکلنا۔ لیکن اگر فطرت کے مقرر طریقہ سے انحراف کیا جائے اور مطلوبہ چیز کے مطابق ضروری اسباب جمع نہ کیے جائیں تو اس کے بعد ناکامی اتنی ہی یقینی ہو جاتی ہے، جتنی پہلی صورت میں کامیابی عالمِ فطرت پر یہ انسان کا حق ہے کہ وہ اس کو کامیاب کرے، مگر وہ کامیاب اس کو کرتا ہے، جو اس کی مقررہ شرائط کو پورا کرنے کے لیے تیار ہو۔"(۵)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غرناطہ کے معاشرے سے جو نتائج بر آمد ہوئے، اُس نے پورے سماج کو بدل کر رکھ دیا، وہ قوم جو نظریات کو تخلیق کرنا جانتی تھی، اُس کی اپنی بقاء خطرے میں پڑگئی۔ محبِ وطن افراد کرب و اضطراب میں ایسے مبتلا ہوئے کہ اُن کے حوصلے جواب دینے لگے۔

حامد بن زہرہ اِس اضطرب کو یوں بیان کرتا ہے:

"آخری گناہ ایک قوم کا یہ ہوتا ہے کہ ظلم کے خلاف وہ خاموش ہو جاتی ہے، اور بدقسمتی یہ ہے کہ تم لوگوں کے اکابر یہ گناہ کر چکے۔۔۔ اور افسوس تو یہ ہے کہ اِس گناہ کی سزا تمہاری آنے والی نسلوں تک رہے گی۔۔۔ تمہاری سلامتی

کے دروازے بند ہو چکے ۔۔۔ اور تم سب بد دلی اور مایوسی کا شکار ہو گئے ۔۔۔ یاد رکھنا کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا ۔۔۔ جب تک تم اپنے خون سے آزادی کے چراغ نہ جلاؤ ۔۔۔۔ قبرستان کے اندھیروں میں کوئی آواز نہیں دیتا۔"(۶)

ایک بہترین زندگی گزارنے کا خواب بکھر کر رہ گیا، چودھویں اور پندرہویں صدی مسلمانوں کے لئے اضطراب، نفسا نفسی اور کرب واضطراب لے کر آئی۔ حالات جو رُخ اختیار کرتے جا رہے تھے، ہمارے حکمرانوں کو جو فیصلے کرنے تھے، وہ انہوں نے نہیں کیئے۔ وہ عظیم فتوحات جن پر ناز تھا، آہستہ آہستہ شکستوں میں بدل رہی تھیں۔ غلامی کو زندگی کا تحفہ سمجھنے والوں نے اپنی طرزِ فکر اور احساس سے غیروں سے زیادہ اپنوں کے دُکھ دیئے۔ اُندلس کے عظیم شہر آہستہ آہستہ عیسائیوں کے حوالے ہوتے گئے۔ اِس ناول میں بدریہ کا کردار عشق کا مظہر، وطن سے محبت لیکن کسی حد تک مایوسی کا رنگ موجود ہے۔ غرناطہ کی عوام جب مکمل طور سے خود کشی کی جانب گامزن ہو چکی تھی تو بدریہ مکمل طور پر دل شکستہ ہو چکا تھا۔ ناول "اندھیری رات کے مسافر" روحانی وجسمانی تصورات کے ساتھ نفسیاتی پہلوؤں کو بھی بیان کرتا ہے۔ اندلس کے معاشرے کو سیاسی تبدیلیوں نے بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ معاشرت کی ہیت کا تصور تبدیل ہو چکا تھا۔ غلامانہ ذہنیت کا ابوالقاسم جس نے صرف اور صرف اپنی خواہشات کی پیروی کی، یوں سسکتی ہوئی انسانیت پر اپنے محل بنانے کو ترجیح دی۔ اس ناول کی کہانی اُن افراد کے گرد گھومتی ہے، جنھوں نے ناکردہ گناہوں کی سزا پائی۔ تہذیب وتمدن دنیا کو سمجھانے والی قوم ایک ایسے گھڑے پر آپہنچی تھی، جہاں صرف سسکیاں اور آہیں تھی۔

جب غرناطہ کے حالات مزید بگڑنے لگے تو نسیم حجازی نے اِس موقع پر کچھ ضمنی کرداروں کی مدد سے اُس کشمکش کو اُجاگر کیا، جو اُس وقت پورے اندلس میں پھیلا ہوا تھا، جہاں ایک جانب غدار اپنا کھیل، کھیل رہے تھے تو وہیں دوسری جانب محبِ وطن سر فروش ایک کھلی کتاب کی طرح جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ جب ناول اٹھارواں باب تک آتا ہے تو ہمارے سامنے غرناطہ کے مسلمان تین حصوں میں نظر آتے ہیں۔ جمود شدہ معاشرہ مزید تقسیم ہو جاتا ہے۔

"ایک گروہ عربوں کی حمایت میں ہے تو دوسرا اہلِ بربر کو ترجیح دیتا ہے ۔۔۔ جبکہ تیسرے گروہ نے ہسپانوی مسلمان کو گرفت میں لیا ہوا ہے، اور یہودی اور عیسائی، ان اسپینی مسلمان کی حمایت کر رہے ہیں۔"(۷)

مسلمانوں نے اُندلس پر آٹھ سو سال حکومت کی، بہت کچھ زندگیوں میں تبدیل ہو گیا، شخصیت پرستی نے منزلِ مقصود سے دور کر دیا۔ تشکیلِ نو جو مسلم معاشرے کی ضرورت تھی، اُس کا شدید فقدان تھا۔ غرض غرناطہ حسرت کی ایک ایسی تصور بن گیا، جہاں ہر شخص

خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ چکا تھا۔ تاریخ نے ہمیشہ یہ سبق سکھایا ہے کہ جب حکمران نااہل ہو جاتے ہیں تو آنے والی نسلوں کو اِس کا حساب دینا پڑتا ہے۔

پچیس واں باب خود ناول کے عنوان "اندھیری رات کے مسافر" پر ہے۔ اِس باب میں اندلس کے حالات و کردار اپنے نقطہ عروج پر ہیں۔ اِس باب میں وہ کہانی بیان کی گئی ہے جو ہسپانیہ کے مسلمانوں پر بیتی تھی۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا، شعوری طور پر زندگی حسرتوں کی کہانی بن کر رہ گئی تھی، جو کچھ ملت فروش اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ نفسیاتی طور پر اِس نے پورے معاشرے کو مفلوج کر دیا تھا۔ معاشرے کے تضادات نے غفلت و بے بسی کو جنم دیا۔ بے حسی نے ہر آدمی کی روح کو تڑپا دیا۔ زندگی کی بصیرت ختم ہو کر رہ گئی، غیر فطری معاشرتی روابط نے مسلم اندلس کو بکھیر کر رکھ دیا، مذہب کو استعمال کرتے ہوئے، لوگ جس انداز سے خوشیاں مناتے ہیں، اِس سُلگتی ہوئی آگ کو نسیم حجازی نے اِس ناول میں بہت عمدگی سے بیان کیا۔ "بدریہ" کا کردار ایک اِس ناول کے شروع سے لے کر آخر تک چلا۔ البتہ غرناطہ کا عیسائی بادشاہ اور ملکہ کا کردار مختصر ہے جو ذرا مزید تفصیل سے بیان ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔ یہ ناول ایک ایسی اُمید کو پیدا کرتا ہے، جس کی آج تک ہمیشہ تلاش ہے۔

> "یہ حقیقت ہے کہ کوئی دن نہیں گزرتا، جب ہم یہ ہمہ گیر شکایت نہیں سنتے کہ ہماری دنیا سے اعلیٰ مقاصد غائب ہو گئے ہیں، ہماری زندگی کا مقصد محض دوست کے لیے لڑ کر فتح حاصل کرنا اور محض لطف جسمانی حاصل کرنا رہ جاتا ہے۔ وہ چیز جو ہمارے جذبات کو ابھارتی اور ہماری تعریف کی مستحق ٹھہرتی ہے، جسمانی قوت کی اندھا دھند نمائش ہے۔ ہماری تمام کوشش اس زبردست کشمکش پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہے کہ دوسری قومیں اور طبقوں سے ہم کیسے سبقت لے جائیں؟ وہ عظیم اور مقدس ناصحانہ الفاظ، جو زمانہ ماضی میں ہمارے دلوں کو گرما دیتے تھے یا تو محض مضحکہ خیز بن کر رہ گئے ہیں، یا اس نسل کے لیے بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتی کہ ان سے کیا کام لیا جائے؟ یہ نسل ان الفاظ کی قوت اور سحر انگیزی کو سمجھنے سے بھی قصر ہے۔ وہ یہ الفاظ تھے جو ان کے اسلاف پر جادو کا اثر رکھتے تھے۔"(۸)

غرناطہ کا معاشرہ ظلم و زیادتی میں ڈوبا ہوا تھا، مضطرب ذہن، انتشار و عدم تحفظ کا شکار ہو کر برے اثرات کا مرتکب ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا آخری بادشاہ عبداللہ اپنی ذات تک محدود ہو کر پورے غرناطہ میں مایوسی کا سبب بن رہا تھا۔ جب مسائل حل نہ ہوں، تو فطرت ایک نیا نظام لے کر آتی ہے، منفی یا مثبت یہ حالات پہ منحصر ہے۔ "واپسی" یہ اِس ناول کا آخری باب ہے، زندگی کے وہ خواب جو برسوں پہلے آنے والی نسلوں نے دیکھے تھے، واپسی کا سفر انہی راستوں سے اُن ہی کی نسلوں نے کرنا تھا۔

سقوطِ غرناطہ، عظمتِ ہسپانیہ، ایک خواب بن گئے، عبد الرحمٰن اور طارق بن زیاد کی بیٹیوں کی سسکیوں اور غداروں کے قہقہے، وہ آئینہ دیکھتے ہیں۔ جن کی آواز ہم آج تک کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی حوالے سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ نسیم حجازی نے حقیقتوں کا ایک ایسا ادراک دکھایا جہاں نہ صرف انسانی جذبات واحساسات کا خون ہوتا ہے، بلکہ ایک ایسے المیے جنم لیتے ہیں، جو صدیوں تک نسلوں پر قرض بنے رہتے ہیں۔ نسیم حجازی نے اِس ناول کی منظر نگاری میں جذباتیت کے عنصر کو بھی شامل کیا۔ فطرت نگاری بھی موجود ہے تہذیب وتمدن کے ساتھ ماحول کی عکاسی اور اذیت پسندی کے رنگ بھی موجود ہیں۔ نسیم حجازی کا یہ ناول "اندھیری رات کے مسافر" اُس عظیم جدوجہد کی کہانی ہے، جس نے یہ سکھایا کہ انسان کی انسانیت میں عظیم ہونا اپنے اندر کیا معنی رکھتا ہے۔

## حوالہ جات:


۱۔ محمد احمد زبیری، اندلس میں علم حدیث کا ارتقاء، دار لنوادرہ، ۲۰۱۱، ص ۴۷، ۴۸۔

۲۔ آغا افتخار حسین، قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۷، ص ۶۱۔

۳۔ محمد احمد زبیری، اندلس میں علم حدیث کا ارتقاء، دار لنوادرہ، ۲۰۱۱، ص ۶۱۔

۴۔ مولانا عبد الرحمٰن دہلوی، مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۴۸۶۔

۵۔ مولانا وحید الدین خان، رازِ حیات، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ستمبر ۲۰۱۹، ص ۱۰۷۔

۶۔ نسیم حجازی، اندھیری رات کے مسافر، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۶۴۔

۷۔ نسیم حجازی، اندھیری رات کے مسافر، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۲۲، ۲۲۳۔

۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۳، ص ۲۰۸۔


## کتابیات:


۱۔ آغا افتخار حسین، *قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ*، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۷ء۔

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، *ارسطو سے ایلیٹ تک*، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۳ء۔

۳۔ مولانا عبد الرحمٰن دہلوی، *مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون*، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۸ء۔

۴۔ مولانا وحید الدین خان، *رازِ حیات*، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ستمبر ۲۰۱۹ء۔

۵۔ نسیم حجازی، *اندھیری رات کے مسافر*، جہانگیر بکس، کراچی، س ن۔

۶۔ محمد احمد زبیری، *اندلس میں علمِ حدیث کا ارتقاء*، دار النوادرہ، ۲۰۱۱ء۔


☆☆☆☆☆